ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

شہزاد احمد کی نظموں میں کونیاتی نفی پسندی(Cosmic Nihilism)کا رجحان

راؤ محمد عمر
لیکچرار، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجویٹ کالج سول لائنز، لاہور
ڈاکٹر محمد سعید
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Shehzad Ahmed is a notable Urdu poet, translator, psychologist and prose write. His poetry reflects themes of Cosmic Nihilism and highlights the pervasive sense of meaninglessness and existential angst. Shehzad Ahmed's poetry often delves into philosophical and psychological dimensions, reflecting on the insignificance of human existence within the vast, indifferent cosmos. The article examines how his poems question the purpose and value of life, portraying a world devoid of inherent meaning. Drawing from philosophical concepts such as existential nihilism and skepticism, the study showcases how cosmic vastness and human limitations lead to a crisis of purpose. Shehzad Ahmed's work reflects a deep engagement with themes of futility, absurdity, and the disconnection between human life and the universe.

Keywords: Cosmic Nihilism, Absurdity, Urdu poetry, Skepticism, Meaninglessness, Nihilism, Nothingness

شہزاد احمد 16 اپریل 1932 کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے 1952 میں نفسیات اور 1955 میں فلسفے میں ایم اے کیا۔ زمانہ طالب علمی سے ہی وہ علم وادب کی طرف مائل تھے۔ گورنمنٹ کالج میں وہ فلاسوفیکل سوسائٹی کے سیکرٹری بھی رہے۔ انھیں 1952ء میں یہاں ''اکیڈمک رول آف آنر'' سے نوازا گیا۔ انھیں انجمن ترقی ادب کا بہترین مضمون نویسی کا ایوارڈ 1958ء، "نقوش ایوارڈ" 1989ء اور "مسعود کھدر پوش ایوارڈ" 1997ء بھی مل چکا ہے۔ ''بیاض'' لاہور ان کی گراں قدر خدمات کے اعتراف کے طور پر ان کے نام سے معنون ایک خصوصی شمارہ بھی شائع کر چکا ہے۔ شہزاد احمد کو 2006ء میں مجلس ترقی ادب کا ناظم مقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ وہ قائداعظمؒ لائبریری کے ادبی مجلہ ''مخزن'' کے مدیر بھی رہے۔ ان کی وفات 2 اگست 2012ء کو 80 سال کی عمر میں لاہور میں ہوئی۔ بطور شاعر، "صدف"، "جلتی بجھتی آنکھیں"، "آدھ کھلا دریچہ"، "خالی آسمان"، "بکھر جانے کی رت"، "ٹوٹا ہوا پل"، "کون اسے جاتا دیکھے"، "پیشانی میں سورج"، "اترے مری خاک پہ ستارہ"، "معلوم سے آگے"، "اندھیرا دیکھ سکتا ہے"، "ایک چراغ اور بھی"، "آنے والا کل"، "مٹی جیسے لوگ" کے عنوان سے ان کے شعری مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں اور "دیوار پہ دستک" کے نام سے ان کا کلیات بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا اردو شعرا کی غزل کا انتخاب بعنوان "رنگ غزل: پاک و ہند کی اردو غزل 1947-88ء" بھی ان کے شعری ذوق کی عکاسی کرتا ہے۔ شہزاد احمد کی نثری تصانیف بھی اپنے اسلوب اور فکری جہات کی بدولت اپنا الگ مقام رکھتی ہیں۔ ان کی نثری تصانیف میں "مذہب، تہذیب اور موت"، "سائنسی انقلاب"، "دوسرا رخ"، 'وجودی نفسیات پر ایک نظر"، "ژونگ: نفسیات" اور "مخفی علوم، ذہنِ انسانی کا حیاتیاتی پس منظر" جیسی شاہکار کتابیں شامل ہیں۔ جبکہ تراجم کی ذیل میں انھوں نے "نفسی طریق علاج میں مسلمانوں کا حصہ از محمد اجمل"، "اسلامی فکر کی نئی تشکیل از علامہ محمد اقبال"، "اسلامی فلسفے کی تاریخ از ماجد فخری"، "اسلام کی پہچان از فرتھ جوف شواں"، "اسلامی آرٹ از نیٹس برک ہارٹ"، "اسلامی ثقافت از ڈاکٹر افضل اقبال، ارمان اور حقیقت از ڈاکٹر عبدالسلام اور مسلم فلسفے کی تاریخ مرتبہ: ایم ایم شریف" اور "آپ سوچتے کیوں نہیں؟ (متفرق مضامین)" جیسی اہم اور شہرہ آفاق کتابوں کے اردو زبان میں تراجم کیے۔

ان تصانیف، اعزازت اور کوائف کی روشنی میں شہزاد احمد کی ذہنی و فکری سطح اور رجحانات

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کا اندازہ باآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ وہ فلسفے اور نفسیات کی طرف حد درجہ راغب تھے اور اسی ذوق اور رغبت کا رنگ ان کی شاعری میں جابجا بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ بطور شاعر انھوں نے غزل گوئی اور نظم نگاری دونوں اصناف میں طبع آزمائی کی اور اپنے مخصوص لب و لہجے اور فکری و فنی پختگی کے سبب دونوں میدانوں میں اپنے فن کا لوہا منوایا۔ ان کی شاعری میں نفسیاتی اور فلسفیانہ رنگ غالب ہے۔ ان کی شاعری میں انسانی نفسیات اور انسانی رویوں کے پس پردہ کارفرما جذبات اور نفسیات کا گہرا تجزیہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی شاعری میں فلسفیانہ حوالے سے نیستی اور عدمیت کی کیفیات، وجودی اثرات اور نفی پسندانہ رویے خصوصاً کونیاتی نفی پسندی کے حوالے بکثرت موجود ہیں۔

کونیاتی نفی پسندی کا فلسفہ نفی پسندی کے فلسفے کی ایک ذیلی قسم ہے۔ سو اس کی تفہیم کے لیے نفی پسندی کی تفہیم ناگزیر ہے۔ نفی پسندی (Nihilism) ایک ایسا فلسفیانہ مکتبۂ فکر اور رویہ ہے جو تمام اخلاقی اقدار، روایات اور ضابطوں کی نفی کرتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی ماورائی حقیقتیں وجود نہیں رکھتیں اور انسانی زندگی کا کوئی طے شدہ مقصد اور مطلب نہیں ہے۔ نفی پسندی کا فلسفہ انسانی وجود سمیت اس کے گرد و پیش میں موجود تمام اخلاقی اقدار و معیارات، سیاسی نظریات، سماجی روایات، ماورائی حقیقتوں اور علمیات کے رائج پیمانوں کی سندیت کی نفی کرتا ہے۔ نفی پسند فلسفے کا بنیادی عنصر اور محرک تشکک پسندی (Skepticism) ہے جو تمام موجودات اور رائج تصورات، اقدار اور ضابطوں کو از سرِ نو دیکھنے اور پرکھنے کا درس دیتا ہے۔ "A Dictionary of literary terms" میں نفی پسندی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"The rejection of all established codes of value and morality."(1)

(تمام مروجہ اقدار اور اخلاقی ضابطوں کو رد کرنا۔)

جب کہ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کا مطلب کچھ یوں درج ہے:

"1: The rejection of all religious and moral principles.
2: The assertion that nothing really exists." (2)

("1: تمام مذہبی اور اخلاقی اصولوں کا انکار۔
2: یہ دعویٰ کہ حقیقت میں کچھ بھی وجود نہیں رکھتا۔)

نفی پسندی کے فلسفے کو مباحث، دائرہ کار اور موضوعات کے اعتبار سے مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ وجودی نفی پسندی (Existential Nihilism) انسانی وجود کے حقیقی، معروضی اور ماورائی معنوں اور مقصدیت کی نفی کرتی ہے۔ اخلاقی نفی پسندی (Moral Nihilism) اخلاقی منہاج اور اصولوں کی مطلقیت اور سندیت کو مسترد کرتی ہے۔ علمیاتی نفی پسندی (Epistemological Nihilism) علم اور حقیقت کی سندیت اور حقانیت کو مسترد کرتی ہے۔ سیاسی نفی پسندی (Political Nihilism) رائج سیاسی اور سماجی نظاموں اور ضابطوں کو غیر ضروری سمجھ کر ان کا رد کرتی ہے۔ مابعد الطبیعیاتی نفی پسندی (Metaphysical Nihilism) مابعد الطبیعیاتی عناصر اور حوالوں کا انکار کرتی ہے۔ جب کہ کونیاتی نفی پسندی (Cosmic Nihilism) کائنات کی وسعتوں اور عظمتوں کو بے معنی اور بے مقصد تصور کرتی ہے اور اس وسیع و عریض کائنات میں انسانی مقام کی حیثیت کو مدِ نظر رکھتی ہے۔

کونیاتی نفی پسندی، نفی پسند فلسفے کی ایک قسم ہے جس کے مباحث کائنات کی بے مقصدیت اور بے معنویت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اس کے مطابق کائنات کا کوئی عظیم مقصد یا معنویت نہیں ہے اور نہ ہی انسانی زندگی کا۔ کونیاتی نفی پسندی کو تحریک دینے اور پروان چڑھانے میں سائنسی دریافتوں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ کائناتی وسعتوں اور بے کراں خلاؤں کے تناظر میں انسانی زندگی کی محدودیت اس فلسفے کو اساس فراہم کرتی ہے۔ بگ بینگ تھیوری کے رو سے لحظہ بہ لحظہ پھیلتی ہوئی یہ کائنات، انسانی وجود کو حقیر سے حقیر تر بنائے جاتی ہے۔ کائناتی وسعتوں اور نظاموں کا انسانی وجود سے ماورائی بے حسی کے ساتھ اپنے عوامل سرانجام دینا اور انسانی زندگی سے بے نیاز ہونا، انسان میں وجودی بحران، مایوسی اور لایعنیت جیسے احساسات کو جنم دیتا ہے۔ فریڈرک نطشے اسی پہلو کو اس انداز میں بیان کرتا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"When you look into an abyss, the abyss also looks into you."(3)

("جب آپ اتھاہ گہرائی (خلا) میں جھانکتے ہیں تو وہ اتھاہ گہرائی (خلا) بھی آپ کے اندر جھانکتی ہے۔")

درج بالا اقتباس کی رو سے اس بات کو بہتر طریقے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان کے گرد و پیش میں پھیلے ہوئے منفی یا لغو (Absurd) پہلوؤں پر غور کرنے سے انسان میں بھی لغویت کا احساس جنم لیتا ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کائنات کی بے مقصد وسعتوں اور بے کراں خلاؤں میں جھانکنے یا ان کا ادراک ہونے سے انسانی زندگی کی مقصدیت اور معنویت پر بھی سوال کھڑا ہوتا ہے۔ ہم جتنا زیادہ خلا کی بے حسی اور بے معنویت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اتنا ہی ہم اپنے وجود کی بے وقعتی کو محسوس کرتے ہیں۔ اسی بے وقعتی، لایعنیت اور کراہت کی کیفیات کا اظہار آرتھر شوپنہار کے یہاں ان الفاظ میں دیکھنے کو ملتا ہے:

"Life swings like a pendulum backward and forward between pain and boredom."(4)

"زندگی درد اور اکتاہٹ کے درمیان ایک پینڈولیم کی طرح جھولتی رہتی ہے۔"

شہزاد احمد کی نظموں میں کونیاتی نفی پسندی کے اثبات اور اثرات کے حوالے بات کی جائے تو یہ کہنا بجا ہو گا کہ ان کی نظموں میں نفی پسند خیالات بکثرت دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کونیاتی نفی پسندی کے ساتھ ساتھ ان کی نظموں میں علمیاتی نفی پسندی، مابعد الطبیعیاتی نفی پسندی، اخلاقی نفی پسندی اور وجودی نفی پسندی کے حوالے بھی موجود ہیں۔ کونیاتی نفی پسندی کے تناظر میں ان کے یہاں نظموں میں کائناتی وسعتوں میں انسانی وجود کے مقام و مرتبے کو موضوع بنایا گیا ہے اور اس کے نتیجے میں انسان میں جنم لینے والے بے وقعتی اور کم مائیگی کے احساس، کائناتی اور انسانی بے مقصدیت اور ہستی کی لغویت جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان ہی خیالات کا اظہار ان کی نظم "ہوا ٹھہری ہوئی ہے" میں یوں دیکھنے کو ملتا ہے:

"۔۔۔ جہاں اندر جہاں ایک سلسلہ ہے
اور ہم اپنے جہاں ہی کو حقیقت جانتے ہیں
ہم اسی کو مانتے ہیں
جو سنائی دے، دکھائی دے

مگر ان وسعتوں میں
جو ہر اک جانب بکھرتی جا رہی ہیں
ہم تو ریزہ بھی نہیں ہیں
سمے کے بپھرے دریاؤں میں قطرہ بھی نہیں ہیں۔۔۔"(۵)

(ہوا ٹھہری ہوئی ہے)

شہزاد احمد کی اس نظم میں کونیاتی نفی پسند افکار اور اثرات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ انسانی وجود مظاہرِ فطرت اور عظیم کائناتی عوامل کے مقابلے میں لاچاری اور بے بسی کی علامت ہے۔ یہ نظم کونیاتی نفی پسندی کے تناظر میں انسانی محدودیت اور کائناتی بے معنویت کو بیان کرتی ہے، جہاں انسان کائنات کی وسعت اور عظمت کے سامنے ایک بے وقعت ذرے سے بھی زیادہ حقیر اور غیر اہم ہے۔ اس نظم میں کائناتی وسعت اور انسانی زندگی کے تقابل سے ان ماورائی نظریات کی بھی نفی ہوتی دکھائی دیتی ہے جو انسانی فضیلت اور بشر مرکزیتی نظریات کے داعی ہیں۔ نظم میں ایک طرف انسان کی محدودیت کا ذکر ہے اور دوسری طرف کائنات کی لامحدودیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ انسان جو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اپنے علم اور ادراک کے حوالے سے اپنے حواس پر انحصار کرتا ہے وہ اپنے حواس کے بل بوتے پر کبھی اس کائناتی وسعت کا ادراک حاصل نہیں کر سکتا۔یوں نظم میں انسانی محدودیت اور کمتری کا ایک اور پہلو کھل کر سامنے آجاتا ہے۔سمے (وقت) کا بپھرا دریا نا پائیدار انسانی وجود کو خشک تنکوں کی مانند بہا کر لے جاتا ہے اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیتا ہے۔اس بپھرے دریا میں انسان قطرے جتنی بھی اہمیت اور حیثیت کا حامل نہیں۔زمان کی بے حسی اور انسانی وجود کی منشا سے اِس کی بے نیازی سے یہ تصور ابھرتا ہے کہ کائنات میں انسانی اعمال اور وجود کی کوئی خاص وقعت اور معنویت نہیں ہے۔اسی خیالی تسلسل کا اظہار نظم "ظاہر باطن" میں یوں دیکھنے کو ملتا ہے:

"۔۔۔کیا میں ایک جہان ہوں؟
اور بہت ویران ہوں؟
یا اس پھیلی ہوئی وسعت کا حصہ ہوں
جس کا پھیلتے جانا ایک تباہی ہے
جس کا سمٹ جانا بھی ایک قیامت بن سکتا ہے

جس کا ہونا اور نہ ہونا ہی سب کچھ ہے
جس کی باتیں میرے باطن کو بھڑکا دیتی ہیں
مجھ کو اور الجھا دیتی ہیں

کیا باطن اور ظاہر
ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں
اور کسی نے اس سکے کو
عین بیچ سے کاٹ دیا ہے"(٦)

(ظاہر باطن)

"ظاہر باطن" کے عنوان سے لکھی گئی اس نظم میں بھی کونیاتی نفی پسندی کا اثبات دیکھنے کو ملتا ہے۔اس نظم میں کائنات اور انسان کے مابین عدم مطابقت اور کائناتی وسعت میں انسانی مقام کی بے وقعتی کا اظہار کیا گیا ہے۔انسان اپنی زندگی کو وسیع کائنات میں غیر اہم اور بے معنی محسوس کرتا ہے۔وہ اس پھیلتی ہوئی کائناتی وسعت کا حصہ ہے، جس کا پھیلتے جانا ایک تباہی ہے۔اس نظم میں بگ بینگ تھیوری (Big bang theory) کے تناظر میں کائناتی وسعت کے پھیلاؤ کو ممکنہ تباہی اور قیامت کا شاخسانہ قرار دیا گیا۔وقت کے ساتھ بڑھتے جاتے اس کائناتی پھیلاؤ کے ساتھ اس کے سمٹنے کے امکانات میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ممکنہ حد تک پھیلاؤ کے بعد اس کا سمٹنا قیامت کا باعث بنے گا۔اس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہر لحظہ بڑھتی اور پھیلتی چلی جاتی یہ کائنات علمیاتی اعتبار سے اسی تناسب سے انسان کی کالاعلمی اور جہالت میں بھی بتدریج اضافہ کرتی جا رہی ہے۔یہ خیالات ایک خود کار کائناتی پھیلاؤ میں موجود انسان کی بے بسی اور بے معنویت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔
اس کے علاوہ "کیا باطن اور ظاہر ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں؟ اور کسی نے اس سکے کو عین بیچ سے کاٹ دیا ہے" یہاں باطن اور ظاہر کو ایک سکے کے دو رخوں کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو انسان کی داخلی اور خارجی دنیا کے مابین عدم مطابقت اور تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔"سکے کو بیچ سے کاٹنے" کا استعارہ انسانی وجود کی داخلی حقیقتوں اور داخلی دنیا کی معروضی دنیا اور کائناتی حقائق کے درمیان عدم مطابقت اور عدم موافقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اس نظم میں وجودی نفی پسندی کا اظہار بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ان ہی خیالات کی عکاسی نظم "آسمان کی طرف" میں کی گئی ہے:

"۔۔۔آسماں بھی سمندر کی مانند ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اس میں چلتی ہیں،تاروں بھری کشتیاں
اس میں رہتی ہیں جلتی ہوئی مچھلیاں

ہر طرف شور ہی شور ہے
کون کیا کہہ رہا ہے؟
یہ معلوم کرنا مناسب نہیں!
کون کیا سن رہا ہے
کسی دوسرے کو پتہ تک نہیں
اتنے اسرار ہر سمت پھیلے ہوئے ہیں
کہ لگتا ہے

یہ وسعتیں 'ایٹموں سے نہیں
صرف سربستہ رازوں سے تخلیق ہوتی رہی ہیں

اور تم کون ہو، جو انہیں جان لو
تم تو میری طرح آرزومند ہو
چاہتے ہو چلیں، آسماں کی طرف
جس طرف کوئی رستہ نہیں
کوئی منزل نہیں۔۔۔"(۷)

(آسماں کی طرف)

درج بالا نظم کو نیاتی نفی پسندی کے افکار کی ترجمانی کرتی دکھائی دیتی ہے۔انسان کائنات کی لامحدود وسعتوں میں اپنی موجودگی کو بے معنی اور بے مقصد محسوس کرتا ہے اور ان بے کراں خلاؤں میں سرگرداں دیگر معلقات کی طرح خود کو عدمیت کے خلا میں معلق محسوس کرتا ہے۔ نظم میں کائنات کو سمندر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جس میں ستاروں کی کشتیاں اور "جلتی ہوئی مچھلیاں "ہیں۔یہ تشبیہات کائنات کی وسعت اور اسرار کو ظاہر کرتی ہیں، جہاں ہر طرف شور اور الجھن ہے،اور کوئی کسی کی بات کو سمجھنے یا سننے کے قابل نہیں ہے۔اس سے کائنات کی انسانی وجود سے بیگانگی اور انسانی کی بے بسی اور کم مائیگی کا اظہار ہوتا ہے۔ نظم کے اگلے حصے میں "کون کیا کہہ رہا ہے؟"اور "کون کیا سن رہا ہے؟"جیسی سطور اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ انسان کائنات کے حقائق کو جاننے کی صلاحیت سے محروم ہے،اور جو کچھ بھی انسان جانتا ہے وہ اس کا گمان ہے اور جو کچھ اسے نظر آتا ہے، وہ دراصل انسانی واہمے ہیں۔ تمام انسان اپنی داخلی اور مروجہ معروضی حقیقتوں کے تابع اپنی اپنی حقیقتوں کی حقانیت کا راگ الاپ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ کائنات ایٹموں سے نہیں بلکہ "سربستہ رازوں "سے بنی ہے اور ایسے رازوں سے کہ جنھیں کوئی نہیں جان سکتا۔ نظم کا آخری حصہ انسان کی بے بسی اور بے مقصد آرزوؤں کو بیان کرتا ہے۔"کوئی رستہ نہیں، کوئی منزل نہیں"۔یہ ایک علامتی اظہار ہے کہ انسان کائنات کی حقیقت کو جاننے اور اس میں کوئی معنی تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ ہمیشہ ناکام رہتا ہے، کیونکہ کائنات کی دھندلی وسعتوں میں کوئی منزل یا مقصد موجود نہیں ہے۔اس کے علاوہ اس نظم میں آسمان کی طرف چلنے کی چاہت اور کسی راستے کے موجود نہ ہونے کے بیان سے ماورائی حقیقتوں اور مابعد الطبیعیاتی حوالوں اور عناصر کی بھی نفی کی گئی ہے۔ کو نیاتی نفی پسندی کا یہی رویہ ان کی نظم "یہ دسمبر کی سسکتی ہوئی رات "میں بھی یوں بیان ہوا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"۔۔۔نہ زمیں ہو، نہ فلک
دور تلک

صرف اک ٹھٹھری ہوئی لہر ہو محرومی کی
اب یہی شکل ہے معدومی کی

کچھ بھی موجود نہیں
میں بھی نہیں تو بھی نہیں
وہ بھی موجود نہیں جس نے بنایا تھا مجھے۔۔۔"
(یہ دسمبر کی سسکتی ہوئی رات)

نظم کی ان سطور، "نہ زمیں ہو، نہ فلک" اور "کچھ بھی موجود نہیں"، میں واضح طور پر نفی پسندی کے تصورات کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہاں شاعر مادی دنیا اور اس کے مظاہر کی نفی کرتا ہے، یعنی کائناتی مظاہر میں کوئی حقیقت، مقصد یا معنویت نہیں ہے۔ اس سے آگے نظم کی ان سطور "صرف اک ٹھٹھری ہوئی لہر ہو محرومی کی" اور "اب یہی شکل ہے معدومی کی" میں کونیاتی نفی پسندی کا گہرا اظہار ملتا ہے۔ یہاں شاعر نے کائنات کو محرومی اور معدومی (عدم) سے تعبیر کیا ہے۔ لہر کا ٹھٹھرا ہوا ہونا ایک ایسی کائنات کی طرف اشارہ ہے جہاں نہ صرف معنویت سے تہی اور لایعنی ہے، بلکہ اس کا ہر مظہر سرد مہر اور بے حس ہے۔ اس نظم میں وجودی نفی پسندی کا عنصر بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ "میں بھی نہیں تو بھی نہیں" میں شاعر نے انسانی وجود کی نفی کی ہے۔ میں اور تُو کے صیغوں کے استعمال سے شاعر خود کی ذات کے ساتھ ساتھ تمام موجودات اور ہستیوں کے اثبات کی بھی نفی کرتا ہے۔ نظم میں وجودی اور کونیاتی نفی کے ساتھ مابعد الطبیعیاتی نفی پسندی کا تاثر بھی موجود ہے۔ نظم میں "وہ بھی موجود نہیں جس نے بنایا تھا مجھے" کے ساتھ ماورائی حقیقتوں اور خالق کی نفی بھی سامنے آتی ہے۔ اس نظم میں شاعر ایک ایسی کائنات کی تصویر کشی کرتا ہے جو مکمل طور پر بے مقصد، سرد مہر، بے حس اور لغو ہے۔ لغویت اور کونیاتی نفی پسندانہ خیالات کی عکاسی نظم "پہلی جہت" میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"سنا ہے
وقت آگے کی طرف جاتا ہے
لیکن ہم
ہزاروں سال سے
اس ایک نقطے پر کھڑے ہیں
جس کے نیچے کچھ نہیں ہے
جس کے اُوپر کچھ نہیں
تم نے تو چوتھی جہت بھی ڈھونڈ لی
اور ہم
پہلی جہت کی جستجو میں
خاک ہو کر رہ گئے"(۸)

(پہلی جہت)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

شہزاد احمد کی یہ نظم "پہلی جہت" ہستی اور کائنات کی لایعنیت(Meaninglessness)، لغویت(Absurdity) اور نیستی و عدمیت(Nothingness) کو موضوع بناتی ہے۔ لغویت، نیستی اور لایعنیت کا یہ احساس نفی پسندانہ فلسفے اور رویے کی اساس ہے۔ اس نظم میں زمان و مکان اور کائنات کی لغویت اور اس میں موجود انسانی وجود کی محدودیت اور لایعنیت کے تصور کی عکاسی کی گئی ہے۔ عہدِ حاضر کا انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں نت نئی ایجادات اور دریافتوں سے خود کو ترقی یافتہ تصور کرتا ہے اور کائناتی حقیقتوں کے اسرار سے پردہ اٹھانے کے لیے پُرعزم نظر آتا ہے۔ مگر اس کے یہ دعوے خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ آج بھی ہزاروں سال پہلے کے اسی نقطے اور علمی سطح پر کھڑا ہوا ہے۔ اس کے اوپر اور نیچے کچھ بھی نہیں۔ نیستی کے اس خلا میں وہ ازل اور ابد کی پہیلیوں کو بوجھنے اور ہستی کی گتھیوں کو سلجھانے سے قاصر ہے۔ اس نظم میں انسان کے اس علمی و فکری ارتقا اور سائنس ترقی کو ہستی کی حقیقتوں کی بازیابی کے تناظر میں ایک سراب کی مانند قرار دیا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ تم نے (اہلِ علم) نے ابعاد کی چوتھی جہت بھی ڈھونڈلی ہے مگر ہم جیسے پہلی جہت کی جستجو میں ہی نیستی کا شکار ہو کر خاک ہو گئے یعنی ہم ا ابھی تک پہلی جہت یعنی ہستی اور وجود کی بنیادی حقیقتوں تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ ایک طنزیہ پیرایہ ہے جس میں شہزاد احمد زندگی کے اس لغو پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں کہ معلومات، سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی یہ ترقی انسانی زندگی کو آسائشیں تو فراہم کر سکتی ہے مگر اس کے داخلی خلا کو پُر اور ہستی کو جواز فراہم نہیں کر سکتی۔ لہذا کائنات کے وسیع و عریض خلا اور بے رحم پس منظر میں انسان کی کوششیں بیکار اور بے نتیجہ نظر آتی ہیں۔

شہزاد احمد کی نظم نگاری میں کو نیاتی نفی پسندی کا رجحان نمایاں ہے۔ یہ فلسفہ کائنات کی بے مقصدیت اور انسانی وجود کی بے معنویت کو موضوع بناتا ہے۔ شہزاد احمد کی شاعری میں کو نیاتی نفی پسندی کے حوالے جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان کی نظمیں انسانی وجود کی محدودیت اور لغویت کی عکاسی کرتی ہیں۔ انسان اس بے حس اور بے مہر کائنات کی وسعتوں کے سامنے خود کو حقیر اور غیر اہم محسوس کرتا ہے اور یہ احساس انسان میں وجودی بحرانوں کو جنم دیتا ہے۔ یہ کائنات اور کائناتی عوامل انسانی جذبات و احساسات اور خواہشوں سے بے نیاز ہیں۔ شہزاد احمد کی محولہ بالا نظموں کے علاوہ "کہیں اگر کوئی ہے تو بولے "(9)، "زمین میں نوحہ "(10)، "مختصر نظمیں(11)"، "گردشیں اتنی زیادہ کیوں ہیں "(12)، "ساری دیواریں گرادے "(13)، "میڈیا"(14)، "گڑیا"(15)، "خوشنما راستے "(16)، "ابھی یہاں کچھ بھی تو نہیں "(17)، "تفریق "(18)، "مقدر "(19)، "ایک اور زندگی "(20)، "گہرائی "(21)، "بے شمار آنکھیں "(22)، "غبار دنیا"(23)، "گزرتی ہوئی ساعتیں "(24)، "عجیب آنکھیں ہیں "(25) اور "ایک طرف "(26) کے عنوان سے لکھی گئی نظمیں بھی کو نیاتی نفی پسندی کے حوالے سے قابل ذکر ہیں۔ کو نیاتی نفی پسندی کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں علمیاتی، مابعد الطبیعیاتی، اخلاقی، اور وجودی نفی پسندی کے عناصر بھی موجود ہیں۔

حوالہ جات

1. Gray, Martin. A Dictionary of Literary Terms. London: Longman Publishers, 1992. P.196
2. Thompson, Della.ed. The Oxford Compact Dictionary. Oxford: Oxford University Press, 2000. P-671
3. Schopenhauer, Arthur. The World as Will and Representation, Vol. 1, translated by E. F. J. Payne, Dover Publications, 1969, p. 312.
4. Nietzsche, Friedrich. Basic Writings of Nietzsche. Modern Library 2009.p-279,
5. شہزاد احمد، اندھیرا دیکھ سکتا ہے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 2000، ص 81-82
6. ایضاً، ص 118
7. ایضاً، ص 106
8. شہزاد احمد، بکھر جانے کی رت، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 1995، ص 186-187
9. ایضاً، ص 174-175
10. شہزاد احمد، ایک چراغ اور بھی، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 2004، ص 183

11. شہزاد احمد، بکھر جانے کی رت، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 1995، ص194
12. شہزاد احمد، اترے مری خاک پر ستارہ، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 1997، ص53
13. ایضاً، ص136-138
14. ایضاً، ص143-146
15. ایضاً، ص158-159
16. ایضاً، ص178
17. ایضاً، ص187
18. شہزاد احمد، معلوم سے آگے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 1998، ص33
19. ایضاً، ص34-35
20. ایضاً، ص41
21. ایضاً، ص106-107
22. شہزاد احمد، اندھیرا دیکھ سکتا ہے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 2000، ص76-77
23. ایضاً، ص83-84
24. ایضاً، ص89-90
25. ایضاً، ص125-126ء
26. ایضاً، ص157-159